ڈاکٹر وفا راشدی

# سندھ کی برگزیدہ شخصیت

# مخدوم محمد زمان طالبؒ المولیٰ

حضرت مخدوم محمد زمان المعروف بہ "طالب المولیٰ" وطن عزیز پاکستان کے وہ مایہ ناز سپوت ہیں جن کا نام سندھ کی قومی، علمی، سماجی اور ادبی تاریخ میں ہمیشہ روشن رہے گا. طالب المولیٰ وادی مہران کے اس خاندان عالی وقار کے چشم و چراغ ہیں جس کا سرچشمۂ علم و عرفان، رشد و ہدایت صدیوں سے آج تک جاری و ساری ہے۔ ان کے آبا و اجداد میں ایسے علمائے کرام اور صوفیائے عظام گزرے ہیں جنھوں نے اپنے اپنے عہد میں اشاعتِ اسلام دینِ حق، توحیدِ الٰہی، تعلیماتِ رسالتؐ کے چراغ روشن کیے، تصوف و معرفت، علم و ادب کی عدیم المثال خدمات انجام دیں۔

حضرت مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ، دسویں صدی ہجری کے عظیم المرتبت عالم دین مفکر اسلام مفسر قرآن، شاعر عالی مقام شمس العارفین حضرت غوث الحق مخدوم نوح سرور صدیقی سہروردیؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ سلسلۂ سروری کے پندرھویں سجادہ نشین اور طالب المولیٰ کے والد ماجد حضرت مخدوم غلام محمد سائیں عرف گلن جامؒ نے ۳۰ ذوالحجہ ۱۳۶۳ھ / ۱۶ دسمبر ۱۹۴۴ء کو رحلت فرمائی۔ ۱۹۴۵ء کے اوائل میں حضرت مخدوم طالب المولیٰ سولھویں سجادہ نشینی کی مسند پر فائز ہوئے اُس وقت سے آپ سروری جماعت کے روحانی پیشوا ہیں۔

مخدوم محمد زمان کی ولادت ۹ محرم ۱۳۳۸ھ مطابق ۶ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو بمقام ہالا جدید (ہالانواں) ضلع حیدرآباد سندھ میں ہوئی[۱]۔ ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت ان کے والد ماجد حضرت غلام محمد سائیںؒ کی خاص نگرانی اور گھر کے علمی دینی اور روحانیت سے معمور بہار آفریں فضاؤں میں ہوئی۔

قرآن حکیم کا درس حافظ ولی محمد مجاور درگاہ شریف ہالہ سے لیا، آخوند حاجی عبدالرحمٰن انجم اور ماسٹر حاجی عبدالغفور سے سندھی، غلام حیدر مخدوم مولوی عبدالحئی ٹھیری والے اور مولوی محمد عالم ٹھیری والے سے فارسی کی تعلیم حاصل کی ہے۔

مخدوم طالب المولیٰ کی زندگی علمی دینی، تعلیمی، ادبی اور سیاسی خدمات کے لیے وقف رہی ہے۔ ملک کے متعدد سرکاری غیر سرکاری قومی اداروں، تعلیمی درسگاہوں ادبی ثقافتی انجمنوں کے بانی، سرپرست، صدر، معتمد اور رکن رہے ہیں۔ ہالا میں طالب المولیٰ ہاسٹل، دادو میں طالب المولیٰ اسکول قوم کے نونہالوں کی تعلیم و تربیت سے ان کی خصوصی دلچسپی کے مظہر ہیں۔

حکومتِ پاکستان نے حضرت مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ کی بے پناہ علمی قومی و ادبی خدمات کے اعتراف میں انہیں ہلالِ امتیاز کے سب سے بڑے اعزاز سے نوازا ہے۔ طالب المولیٰ سندھ کے سب سے بڑے علمی و ثقافتی ادارے "سندھی ادبی بورڈ" کے دوبارہ صدر نشین منتخب ہوئے اس سے پہلے بھی وہ ۱۹۵۵ء میں اس بورڈ کے ممبر اور ۱۹۶۱ء سے کئی سال تک چیئرمین رہ چکے تھے۔ ۱۹۵۲ء سے اب تک جمعیت الشعرائے سندھ کے صدر، ریڈیو پاکستان حیدرآباد کی مشاورتی کمیٹی اور لطیف یادگار کمیٹی کے فعال رکن رہے ہیں۔ بزم طلبہ ہجل سرمست کالج سندھی سوسائٹی اور بہت سی دوسری تنظیموں کو ان کی سرپرستی حاصل رہی ہے۔ طالب المولیٰ صاحب نہایت نیک دل، وسیع القلب خدا ترس اور ہمدرد انسان ہیں۔ ضرورت مندوں کی امداد اور مفلوک الحال ادباء و شعراء کی مالی اعانت ان کا شعار رہا ہے۔

مخدوم طالب المولیٰ نے ملک و ملت کی فلاح و بہبود، قومی یکجہتی کے فروغ، سندھ کی تہذیب و ثقافت، علم و ادب کی اشاعت کے ساتھ ساتھ صحافت کی ترویج میں بھی نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ کئی رسائل و اخبارات ان کی سرپرستی میں جاری ہوئے۔ انھوں نے بعض کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ ہالا میں الزمان پریس قائم کیا۔ ہفت روزہ الزمان اور پاسبان جاری کیے۔ ۱۹۵ء میں ماہنامہ فردوس ۱۹۵۲ء میں طالب المولیٰ زیرِ امارت ماسٹر جمعہ خان غریب اور ۱۹۵۶ء میں رسالہ شاعر کا اجراء ہوا۔ یہ رسائل کئی سال تک یکے بعد دیگرے نکلتے اور بند ہوتے رہے۔ انھوں نے ۱۹۵۵ء میں ادارہ روحِ ادب سندھ کی بنیاد رکھی ہالا میں اس کی آگ

کانفرنس لندن کے زیر صدارت منعقد ہوئی۔ یہاں یہ امر خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ مخدوم سائیں کو اسلامی علوم و ... کے ساتھ ساتھ تاریخِ تحقیق سے بھی دلچسپی رہی ہے۔ سیر و سیاحت کے بھی شائق ہیں۔ سندھ کے بہت سے تعلقوں اور شہروں کے علاوہ سرحد اور بلوچستان، پنجاب اور ہندوستان کی سیر و سیاحت کی ہے جہاں جہاں تشریف لے گئے وہاں کے اربابِ حکومت کے علاوہ اہلِ علم و دانش سے بھی بطور خاص ملاقاتیں کی ہیں۔ ان سے زندگی مسائلِ زندگی کے ہر موضوع پر تبادلہ خیالات کیا۔ اس طرح انھوں نے تجربات، مشاہدات اور معلومات کے بے اندازہ خزانے کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔

قبلہ مخدوم سائیں کا وسیع اور اہم کتب خانہ مختلف زبانوں کے علوم و فنون کے بیش بہا ذخائر کی وجہ سے ایک بے مثال عجائب گھر کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ انھوں نے اپنے بزرگانِ سلف کے مخطوطات کو جس دردمندی سے اپنے سینے سے لگا رکھا ہے۔ اپنی جان سے زیادہ ان کی حفاظت کی ہے۔ اس کی مثال اس زر پرستی اور ذاتی انا کے دور میں ملنی مشکل ہے۔ یہ مخدوم سائیں کی اپنے عظیم بزرگوں سے والہانہ عقیدت و شیفتگی اور علم و فن سے گہرا شغف کا زندہ ثبوت ہے کہ انھوں نے اپنے جدِ اعلیٰ غوث الحق حضرت مخدوم سرور بالائی کے پنج صد سالہ فارسی ترجمۂ قرآن مجید کے مخطوطہ کو محفوظ رکھا یہی نہیں بلکہ اسے وادیٔ مہران کے جید عالمِ دین اور نامور برگزیدہ شخصیت علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی سے ایڈیٹ کروا کر اپنی نگرانی میں ۱۹۸۱ء میں سندھی ادبی بورڈ جام شورو کی جانب سے بالاہتمام و بالالتزام نہایت معیاری انداز میں شائع کروایا۔ واضح رہے کہ قرآن مجید کا یہ فارسی ترجمہ برصغیر میں پہلا مکمل ترجمہ ہے اس قرآن حکیم کی اشاعت سے مخدوم سائیں نے نہ صرف قرآن کے ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے بلکہ دنیا و آخرت میں خدا اور بزرگانِ خدا کے سامنے سربلندی کا شرف بھی حاصل کیا ہے۔

قبلہ مخدوم سائیں راہِ سلوک و صفا میں اپنے عظیم بزرگانِ سلف کے نقشِ قدم پر گامزن ہیں بنیادی طور پر وہ ایک ہمہ ساز علمی و تہذیبی شخصیت کے مالک ہیں۔ مطالعہ شاعری، تحقیق تخلیق اور تصنیف و تالیف ان کی زندگی کے معمولات میں شامل ہیں۔ تحریر و تقریر، نظم و نثر پر یکساں کمال مہارت رکھتے ہیں ان کی کتابیں سندھی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں کی سرمایہ ہیں

مایہ ہیں :

۱۔ بہار طالب غزلیات ۱۹۴۶ء
۲۔ رباعیات طالب رباعیاں ۱۹۴۹ء
۳۔ خودشناسی ، فلسفہ تصوف ، فارسی سے ترجمہ ۱۹۴۹ء
۴۔ شیطان مضامین ۱۹۵۱ء
۵۔ اسلامی تصوف تالیف ۱۹۵۱ء
۶۔ امام غزالی کے منتخب خطوط (ترجمہ) ۱۹۵۳ء
۷۔ کشکول شعری مجموعہ ۱۹۵۵ء
۸۔ شانِ سہروردی نعتیہ شاعری ۱۹۵۸ء
۹۔ تحقیقی ادب ۱۹۶۲ء
۱۰۔ چیر مچڑیون ۱۹۷۱ء/۱۹۹۰ء
۱۱۔ دیوان طالب المولیٰ منظومات ۱۹۹۲ء
۱۲۔ بی پیی اکیون ، کلام شاعر بقلم شاعر کانیاں ۱۹۸۷ء
۱۳۔ لغت سندھی مخفصات ۱۹۸۷ء/۱۹۹۰ء
۱۴۔ یادِ رفتگان نثر ۱۹۵۳ء
۱۵۔ ہالا کے مخدوم صاحب اور شاہ لطیف
۱۶۔ مثنوی عقل و عشق ۱۹۵۵ء
۱۷۔ سنڌ جوسانوڻ
۱۸۔ آءُ کانگا کر ڳالهه مثنوي
۱۹۔ شام ۽ صبح

ان کے علاوہ غیر مطبوعہ کتب کی تعداد کافی ہے جن میں بیاض طالب المولیٰ، یادِ خاطر مضامین طالب المولیٰ اور سماع العاشقین فی سہرورد الطالبین وغیرہ منتظرِ اشاعت ہیں[۵]۔

مطالعہ کتب کا شوق ، سخن فہمی و سخن سنجی کا ذوق حضرت طالب المولیٰ کو ورثے میں

ملا ہے، ان کی ذہنی نشو و نما کا ارتقا خالص دینی ماحول اور علمی فضا کی مرہونِ منت ہے شاعری میں کسی کے شاگرد نہیں ہیں لہذا انھیں بجا طور پر تلمیذ الرحمٰن کہا جا سکتا ہے۔ ان کی شاعری کا آغاز ۱۹۳۰ء میں یعنی گیارہ سال کی عمر میں ہوا۔ شاعری کی ابتدائی دس برس کے عرصے میں کئی تخلص بدلے۔ بیوسی، خراتی زمان شاہ، طالب ۱۹۴۱ء سے طالب المولیٰ تخلص کرتے ہیں اور اسی نام سے علمی و ادبی دنیا میں معروف ہیں۔

بحیثیت محقق، ادیب اور شاعر سندھی ادب میں سائیں طالب المولیٰ کا مقام بہت منفرد بہت بلند ہے۔ انھوں نے سندھی زبان اور اس کے ادب کی ترقی و اشاعت کے لیے بہت کام کیا ہے۔ سندھی شعر و ادب کے قدیم کلاسیکی سرمایہ میں اضافہ ہی نہیں کیا اسے جدید رجحانات اور سائنٹفک تقاضوں سے بھی ہم آہنگ کیا۔ اس لحاظ سے وہ جدید سندھی شاعری کے بانی بھی ہیں ان کے فکر و فن کا دائرہ سندھی زبان تک محدود نہیں بلکہ اردو فارسی اور سرائیکی کے وسیع کنوس پر پھیلا ہوا ہے۔ ان کے افکارِ عالیہ، نعت، غزل، نظم، رباعیات، قطعات، قصائد دوہے گیت، بیت، کافی وائی جیسی ہمہ رنگ و ہمہ گیر اصناف پر محیط ہیں ان کی فکر انگیز و خیال افروز نگارشات، نظم و نثر، نوع بہ نوع موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ بقول مخترمی انور ہالائی صاحب "ان کی (طالب المولیٰ کی) غزلوں کی تعداد بارہ سو سے تجاوز کر چکی ہے۔ مخدوم صاحب کے اشعار کی تعداد ۳۰ اگست ۱۹۸۱ء تک ۵ لاکھ کے لگ بھگ ہے" (جنگ کراچی ۱۶ مارچ ۱۹۸۳ء)۔

انور ہالائی صاحب نے سائیں طالب المولیٰ کو بہت قریب سے دیکھا ہے ان کی زندگی اور شاعری کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ ان کے خیالات سند کا درجہ رکھتے ہیں ایک جگہ لکھتے ہیں:

> "قدرت نے انھیں شاعری کے لیے بہترین وسائل مہیا کیے ہیں۔ ان کے احساسات و جذبات نے انھیں اس مقام پر پہنچا دیا۔ جہاں علم و دانش کے دریا بہتے ہیں جنہیں لفظوں کے موتیوں کے انمول خزانے ہیں۔ وہ چاند ستاروں سے مخاطب ہوتے ہیں۔ سمندروں کی لہروں میں پڑے ہوئے موتیوں سے مخاطب ہوتے ہیں۔ زمین کی تہوں میں موجود دولت و جواہر سے بھی آنکھیں چار کرتے ہیں۔ ان کے علم و فکر میں فہم و ادراک کی جو وسعت ہے وہ انسان کو نہ صرف خود شناسی پر آمادہ کرتی ہے۔

بلکہ نیک اعمال کی تلقین بھی کرتے ہیں[۱۲]"

سائیں طالب المولیٰ کا کلام حقیقت و معرفت صداقت و حضوریت، لطیف خیالات، حقیقی جذبات وارادت قلب کی گوناگوں کیفیات اور جمالیاتی ذوق کا آئینہ دار ہے۔ زبان وبیان کی برجستگی و دلنشینی، خیال آفرینی، نکتہ طرازی، نادر محاورات، اصطلاحات اور تشبیہات ان کی ہمہ جہت شاعری کا طرۂ امتیاز ہیں۔ انھوں نے اپنی نظموں میں سندھ کے ہر طبقے کے سادہ دل و سادہ لوح انسانوں کے جذبات و احساسات کی بھرپور ترجمانی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا کلام امیر و غریب، عوام و خواص سب میں یکساں مقبول ہے۔

سائیں طالب المولیٰ عربی و فارسی، سندھی سرائیکی میں اعلیٰ درجے کا شعر کہتے ہیں۔ فارسی شعراء میں حافظ و سعدی سے متاثر ہیں۔ انہی کے تتبع میں کہتے ہیں۔ ان کے ایک مجموعۂ کلام "کشکول" میں سندھی اردو کے علاوہ فارسی غزلیات شامل ہیں۔ اردو اشعار میں کہیں کہیں میر، غالب اور داغ کا رنگ جھلکتا ہے۔ یہاں صرف اردو اشعار بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کیے جاتے ہیں۔

ان کے اردو کلام کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سائیں طالب المولیٰ کو اردو شعراء میں سب سے زیادہ غالب پسند ہیں ان کی اکثر غزلیں غالب ہی کے تتبع میں ملتی ہیں۔ مثلاً غالب کا ایک شعر ہے ؎

حضرتِ ناصح گر آویں، دیدہ و دل فرشِ راہ
کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھاویں گے کیا؟[۱۳]

اب سائیں طالب المولیٰ کی غزل دیکھئے ؎

میں ہوں مجنوں ہوش والے مجھ پاس بلا ئیں گے کیا
میں جو نادان ہوں نصیحت مجھ کو فرماویں گے کیا
روئے میرا ہو کعبہ جس پہ زلفوں کا غلاف
میرا سجدہ ہے اسی کو لوگ سمجھاویں گے کیا
دیکھ کر میری روش کو آئیں گے ناصح ضرور
کوئی مجھ کو یہ تو بتلائے کہ بتلاویں گے کیا

خوف مرنے کا نہیں پھر موت سے گھبرائیں کیوں
جسم سے دم کے نکل جانے سے جاویں گے کہاں
ہیں نہ اپنے آپ کو ہے آپ کا طالب کہا
غیر سے مطلب نہیں ہم غیر ہو جاویں گے کیا

حضرت طالب داغ کے رنگ پر بھی طبع آزمائی فرماتے ہیں۔ حسنِ زندگی کو نکھارتے ہیں۔ اور بہار آفریں گلہائے تخیل کی خوشبوؤں سے پوری فضا کو سرمست و شاداں کر دیتے ہیں ؎

مزا لے لو شباب آئے نہ آئے — کہ توبہ بر صواب آئے نہ آئے
وہ رُخ روشن نگاہیں شرمگیں وہ
مقابل ماہتاب آئے نہ آئے
خواب میں آیا تھا بس وہ رُخ دکھانے کے لیے — میری سوئی مسرتوں کو پھر جگانے کے لیے

غالب اور داغ کے اتباع کا مطلب یہ نہیں کہ طالب سائیں کے یہاں اپنا کوئی منفرد انداز نہیں ہے۔ بلکہ ان کے گلستانِ فکر و خیال میں ایسے بے شمار رنگا رنگ پھول کھلے ہیں جن کا اپنا رنگ اپنا سج دھج اور نرالی خوشبو ہے۔ مثال کے طور پر رنگ طالب میں یہ چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

اگر ذوقِ چمن تجھ کو ہے تو کر بال و پر پیدا
گلوں کے سامنے تو بھی تو کر خونِ جگر پیدا
اجازت تجھ کو گلشن کی نہ جب صیاد دیتا ہے
تو اپنے آپ میں کر لے تصور کی نظر پیدا
اسی بلبل مقید کی کشش سے طالب شاید
"صبا کرتی ہے بستے گل کو اپنا ہم سفر پیدا"
رُخ گلوں پہ آتا ہے پسینہ اس طرح جیسے
گلوں کی زیب و زینت کے لیے غنیمت شبنم ہے

حضرت مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ بنیادی طور پر صوفی منش اور درویش صفت شاعر ہیں۔ ان کے کلامِ بلاغت نظام میں حقیقت و معرفت کی جلوہ آرائی ایک فطری امر ہے۔ فلسفۂ

تصوف کے تناظر میں عارفانہ طرزِ سخن کی ایک جھلک دیکھیئے ؎

صنم خانوں میں دیروں میں کلیساؤں میں | جہاں بھی دیکھئے جب دیکھئے جلوہ تمھارا ہے
کیسے جاتا ہوں سجدوں پہ سجدے بےخودی میں جب | کہ ہر اک چیز میں بوئے بتاں معلوم ہوتی ہے
محبت میں گزرتا ہے جو دم وہ غنیمت ہے | جو غم ہے باعثِ تسکینِ دل وہ غم غنیمت ہے

دیدارِ مدینہ کی بیتابی اور عشقِ رسول ؐ میں خاک ہو جانے کی تمنا کا اظہار ان دو نعتیہ اشعار میں کس والہانہ اور سرشاری کے عالم میں کیا ہے اس کی کیفیت سے کچھ وہی دوچار ہیں ؎

خدایا دکھا دے دیدارِ مدینہ
کہ ہوں عندلیب بہارِ مدینہ
یہی راستہ بس ہے میرے لیے تو
میں ہو جاؤں راہِ غبارِ مدینہ [۵۹]

---

# حواشی

۱؎ حضرت طالب المولیٰ کے بزرگوں کے سوانح و تذکرے تحفۃ الکرام، تذکرہ صوفیائے سندھ ہالا پرانا کا علم و ادب (خصوصی شمارہ ماہنامہ الرحیم حیدرآباد) کے علاوہ مندرجہ ذیل ملفوظات مکتوبات، مخطوطات اور مطبوعات میں ملتے ہیں ؎

۱۔ رسالہ بہاؤالدین دلق پوش، حضرت دلق پوش حضرت مخدوم نوح ؒ کے خلفائے تابعین میں سے تھے۔ انھیں اپنے مرشد کے خصوصی خادم اور ان کے فرزندوں کے معلم ہونے کی سعادت بھی حاصل رہی (تذکرہ صوفیائے سندھ ص ۳۰۱)

۲۔ رسالہ ملا خیالی، تالیف حضرت ملا حسین خیالی ہمعصر حضرت مخدوم نوح ؒ۔

۳۔ رسالہ فتیحی، مولفہ مخدوم فتح محمد صفحات ۲۴۴۴ (تین جلدوں میں) سن تالیف ۱۰۱۹ھ

۴۔ تحفۃ المریدین فی مناجات المرشدین۔ یہ ۴۳۲ صفحات پر مشتمل رسالہ فتحیہ کا سندھی ترجمہ ہے۔ ۱۲۸۸ھ میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ مترجم کا نام تحقیق طلب ہے۔

۵۔ دلیل الذاکرین۔ ملا حاجی بھوریہ نے ۱۱۰۶ھ میں تالیف کی ہے۔

۶۔ کوس فخریہ، مولفہ حاجی یعقوب، یہ دلیل الذاکرین کا ضمیمہ ہے۔

۷۔ سراج العارفین۔ دو جلدوں میں، غلام رسول قریشی بن نے ۱۲۱۵ھ میں تالیف کی اس کتاب میں حضرت نوحؒ کی اولاد کے علاوہ عہد ترخان کے بعض مشائخ کا بھی تذکرہ ہے۔

۸۔ ارشاد الطالبین، تالیف غلام رسول قریشی ہالائی ۔۔ ۵۷۴ صفحات سید علی محمد متعلوی نے ۱۳۰۵ھ میں اس کی کتابت مکمل کی۔ اس میں ۱۶۴ بزرگانِ سندھ کا تذکرہ ہے۔

۹۔ گنجینۂ اولیاء۔ مؤلفہ آخوند محمد صالح سن تالیف ۱۳۴۱ھ کاتب عمر نقش بندی صفحات ۴۸۸

۱۰۔ سفینۃ النوح فی سکینۃ الروح، تالیف مخدوم غلام حیدر صدیقی قریشی ہالائی قلمی (بحوالہ مقالہ طالب المولیٰ مہران جنوری/مارچ ۹۰ وص ۴۴)

۱۱۔ سفینۃ النوح (فارسی) مولفہ غلام حیدر۔ سن تالیف ۱۲۴۴ھ

شمس العلماء علامہ ڈاکٹر عمر بن داؤد پوتہ کا ارشاد ہے۔

"مخدوم نوحؒ کی حیات اور ان کے رشادات کو اصل فارسی میں غلام حیدر نے مدون کیا تھا۔ پھر ان کا سندھی میں ترجمہ کیا میں نے فارسی نسخہ نہیں دیکھا لیکن سندھی ترجمہ کا نسخہ عرصہ تک میرے پاس رہا" (ماہنامہ المعارف لاہور مئی ۱۹۸۰ء)

۱۲۔ سفینۃ الروح (اردو) ترجمہ و حاشیہ عبداللہ ورایا۔

۱۳۔ سکینۃ الروح، تہذیب و ترتیب مولانا دین محمد وفائی۔

۱۴۔ سفینۃ الروح (سندھی) تالیف مولائی شیدائی۔

۱۵۔ راحت الروح (سندھی) تالیف مولانا دین محمد وفائی۔

۱۶۔ حدیقۃ الاولیاء (فارسی) مولفہ سید عبدالقادر بن سید محمد ہاشم ٹھٹھوی سن تالیف ۱۰۱۱ء، مقدمہ و تعلیقات پیر حسام الدین راشدی مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ۱۹۶۷ء

۱۷۔ تقدیم، تحشیہ، حاشیہ از علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی مشمولہ فارسی ترجمہ مکمل قرآن حکیم مترجم حضرت مخدوم نوح سرور ہالائی مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ جام شورو ۱۹۸۱ء

۱۸۔ وسالو دھنائی منتار (متھار) فقیر راجن (راجڑھ) ناشر مرکزی بزم

الولی حیدرآباد
طالب المولیٰ ہالا ۱۹۸۴ء
ٹے سوانح و شاعری حضرت طالب المولیٰ مشمولہ سہ ماہی مہران جام شورو شاعر نمبر ۱۹۶۹ء ص ا مرتبہ مولانا غلام محمد گرامی مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ جام شورو۔
ٹ۳ ایضاً۔
ٹ۴ مهران جامانک ص ۴۹ مرتبہ مولانا عبدالواحد سندھی مطبوعہ پاکستان پبلی کیشنز کراچی۔
سندھ کے جدید اردو شعراء مولفہ پروفیسر مشتاق علی جعفری، ناشر ظہیر سنز حیدرآباد ۱۹۶۱ء
ٹ۵ مرکزی بزم طالب المولیٰ حیدرآباد نومبر ۱۹۵۵ء میں قائم ہوئی اس کے پہلے صدر اللہ بخش سرشار عقیلی سروری مرحوم تھے جب کہ سرپرست مخدوم صاحب ہیں۔ اس بزم کی متعدد شاخیں سندھ کے قصبوں اور شہروں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ انجمن سندھ میں ادبی ماحول کی نشوونما سندھی ادب کی ترویج و اشاعت میں مصروف عمل ہے (برصغیر پاک و ہند کے علمی ادبی اور تعلیمی ادارے، جلد دوم ص ۳۲۴ مجلہ علم و آگہی خصوصی شمارہ مرتبہ ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہاں پوری، ناشر گورنمنٹ نیشنل کالج ۱۹۷۵ء)
ٹ۶ مقالہ جناب مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ۔ از فقیر سرشار سروری مشمولہ سہ ماہی مهران ص ۶۵۵ حیدرآباد سوانح نمبر ۱۹۵۷ء مرتبہ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ۔ مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ کراچی، حیدرآباد میں اپنے مہربان دوست اور بھائی جناب احمد نبی بخش شیخ کا بے حد ممنون ہوں۔ جن کے توسط سے مجھے مہران کا یہ خاص نمبر حاصل ہو سکا۔
ٹ۷ مقالہ "طالب المولیٰ بحیثیت شاعر" تحریر انور ہالائی۔ مشمولہ روزنامہ جنگ کراچی، میڈ ویک ایڈیشن ۱۶ مارچ ۱۹۸۳ء۔
ٹ۸ غالب کی یہ غزل ۱۸۲۱ء کی ہے جو نسخۂ شیرازی ۱۸۲۶ء میں شامل ہے ملاحظہ ہو دیوان غالب کامل مرتبہ کالی داس گپتا رضا کا وہ ایڈیشن جسے انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی نے ۱۹۹۰ء میں شائع کیا ہے۔
ٹ۹ سائیں طالب المولیٰ کے یہ اشعار پروفیسر مشتاق علی جعفری کی تالیف "سندھ کے جدید اردو شعراء" سے ماخوذ ہیں اس کتاب میں عاجز راقم الحروف (ڈاکٹر وفا راشدی) کا تذکرہ بھی شامل ہے۔